

عنوان

پوسٹ 5

عقلی دلائل:

احادیث کو مشقِ ستم بنانے کے ساتھ ساتھ اس میدانِ ابطال میں عقل کے گھوڑے بھی دوڑائے جاتے ہیں اور کچھ عقلی دلائل کے ذریعے بھی بات بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مزمومہ "عقلی دلائل" کا بھی جائزہ لے لیا جائے۔

عقیدہ ایصالِ ثواب کو ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ:

"اسکی دلیل یہ ہے کہ آدمی جس طرح مزدوری کر کے مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میری بجائے فلاں شخص کو دے دی جائے، تو اس طرح وہ نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتا ہے اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کر دیا جائے۔"

(تفہیم القرآن: جلد پنجم، صفحہ ۲۱۶)

دوسری کئی کتب میں اس طرح تحریر کیا گیا ہے کہ "ایصالِ ثواب" فقط اس چیز کا نام ہے کہ آدمی ایک عمل کرے اور دوسرے کو بخش دے۔ اپنی اجرت دوسرے کو دے دینا یا دلوادینا دی معاملت میں تو ممکن ہے لیکن اپنے اعمال کا اجر کسی دوسرے کو منتقل کروادینا اللہ کے قانون میں ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ (البقرہ: ۲۸۱)

"اللہ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کامکلف نہیں ٹھہراتا۔ جس نے جو کمائی کی ہے اس کا فائدہ اسی کو ملے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اُسی پر ہو گا۔"

ثُمَّ تُؤْتِي كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۱﴾ (البقرہ: ۲۸۱)

”پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔“

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ (آل عمران: ۳۰)

”اس دن ہر ایک اپنے کیے ہوئے اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے پائے گا۔“

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ (یونس: ۵۲)

”تم ان ہی اعمال کا بدلہ پاؤ گے جو تم (دنیا میں) کرتے رہے۔“

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ط (بنی: اسرائیل ۷)

”اگر تم نے کوئی نیکی کی تو اپنے لیے، اور اگر برائی کی تو اپنے لیے۔“

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (ہین: ۵۳)

”پس آج کسی جان پر کوئی ظلم نہ ہو گا اور تمہیں کسی عمل کی جزا نہیں ملے گی سوائے اس کے جو تم نے کیے۔“

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ

(حم السجدہ: ۴۶)

"جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لئے کرے گا، اور جو برا کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہو گا۔ اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔"

اللہ کا قانون واضح ہے کہ عمل کا بدلہ اس کے کرنے والے ہی کو ملے گا۔ برائی کا وبال بھی اس کے کرنے والے ہی کے اوپر ہے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظلم ہے کہ عمل کوئی کرے اور جزا کسی اور کو ملے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ كَيْفٍ يُؤْمِنُونَ (المرسلات: ۵۰)

”اب اس (اللہ تعالیٰ کی بات) کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟“

کیا اللہ تعالیٰ کی اس بات کے بعد بھی کوئی یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ ہمارا عمل کسی دوسرے کو بخشا جاسکتا ہے۔ ہم اپنا عمل تو دوسروں کو بخشنے کے لئے بڑے بے چین ہیں لیکن ہمارے پاس اس بات کی کوئی تصدیق ہے کہ ہمارا عمل اللہ کے یہاں قبول بھی ہو گیا ہے؟ جیسا کہ اس حدیث سے پتا چلتا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے صائم ایسے ہیں کہ انہیں اپنے صوم سے سوائے پیاس کے کچھ نہیں ملتا، اور بہت سے راتوں کو قیام کرنے

والے ایسے ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے سوائے جاگنے کے کچھ نہیں ملتا۔"

(رواہ الدارمی: مشکوٰۃ۔ ابواب الصوم۔ باب تنزیہ الصوم)

وہ اپنی دانست میں سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ انہیں صوم اور جاگنے کا ثواب مل رہا ہے جبکہ حقیقت میں مختلف وجوہات کی بنا پر ان کا عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہی نہیں ہو رہا ہوتا۔ قرآن و حدیث پر سچا ایمان رکھنے والا مومن جو دنیا کو محض امتحان گاہ سمجھ کر آخرت کا پرچہ حل کر رہا ہو، وہ کیسے اپنے

نیک عمل کسی دوسرے کو بخش کر اپنے آپ کو اس ثواب سے محروم رکھے گا، جبکہ اس کا ایمان ہی یہ ہو کہ میرے یہ نیک عمل ہی میری آخرت کا سرمایہ ہیں۔ اگر کوئی پھر بھی اس طرح کے عمل کرتا ہے تو پھر اس کا عقیدہ آخرت شاید کچھ اور ہے۔

آج اس نام نہاد مسلم کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے دوری کی ایک وجہ شاید یہ خود ساختہ ایصالِ ثواب کا عقیدہ بھی ہے۔ اپنے مرنے کے بعد اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے کئے جانے والے ممکنہ ایصالِ ثواب کے بل بوتے پر ہی تو یہ عمل جاری ہے۔ یہ اپنی زبانِ حال سے گویا یہ کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا اور فرشتے اس بات کا عذاب دینے آئیں گے کہ نہ میں قرآن پڑھتا تھا اور نہ اس کے مطابق عمل کرتا تھا تو میں ان کو یہ کہہ کر روک دوں گا کہ کس بات کا عذاب دینے آئے ہو ذرا صبر تو کرو تمہیں نہیں معلوم کہ میں دنیا میں کس قدر کثیر المال، کتنی بڑی برادری و کنبے والا تھا۔ تم یقیناً اس بات کا عذاب دینے آئے ہو کہ میں قرآن نہیں پڑھتا تھا، اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تھا، صدقہ و خیرات نہیں کرتا تھا تو اے فرشتو! جلدی نہ کرو، ابھی تو میری روح قبض ہوئی ہے، ابھی تو گھر والے روپیٹ رہے ہیں، برادری والے جمع ہو رہے ہیں، مولوی صاحب بہت سے بچے جمع کر کے لارہے ہیں میرے لئے ایک نہیں کئی قرآن ختم ہوں گے، میرے نام سے کھانے پکین گے صدقہ و خیرات ہو گا، پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے گا، سوئم و دسواں ہو گا، جمعراتیں منائی جائیں گی، چالیسویں کا زبردست اہتمام ہو گا، میری طرف سے ہر وہ کام ہو گا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا، مال و دولت کے باوجود کبھی میں نے حج کا سوچا بھی نہیں تھا اب میری طرف سے حج بھی ہو گا اور پھر سال پورا ہونے پر برسی ہو گی۔ الغرض جو تم آج مجھے عذاب دینے آئے ہو تو میری طرف تو اتنا ایصالِ ثواب کر دیا جائے گا کہ تم خود مجھے جنت میں داخل کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ آج میرا نام جہنمیوں کی فہرست میں ہے لیکن ایک دن آئے گا کہ میرے کھاتے میں اس قدر ثواب جمع ہو جائے گا کہ میرا نام جنت الفردوس کی لسٹ میں ہو گا، کیونکہ پہلے تو عمل کرنے والا میں اکیلا تھا مگر آج تو میری طرف سے لاتعداد عمل کرنے والے ہیں، جہنم کے حقدار تو وہ ہیں جن کے پیچھے کوئی ایصالِ ثواب کرنے والا نہ تھا، نہ اتنی دولت چھوڑ کر مرے کہ انکی طرف سے قرآن ختم کرائے جاتے۔ انکا ثواب آج بھی وہیں انکا ہوا ہے مگر میرا اعمال نامہ دیکھو کیسا بھرا ہوا ہے؟ جہنمی مرا اگر ایصالِ ثواب کی کرامت دیکھو کہ میں جنت الفردوس میں بیٹھا ہوا ہوں۔

لرز جانے کا مقام ہے کہ کس عیاری سے اللہ کے قانون کو رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے! کس مکاری سے اللہ کے نظام کو اس طاغوتی عقیدے نے جھٹلا دیا ہے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ (الملك: ۲)

"اسی نے موت اور زندگی کو تخلیق کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔"

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِيُجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (الحجاثیہ: ۲۲)

"اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے تاکہ ہر متنفس کو اسکی کمائی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ہر گز ظلم نہ کیا جائے گا۔"

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔

(سنن نسائی۔ کتاب الافتتاح۔ الفضل فی الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی میرے اوپر ایک مرتبہ رحمت کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا، اس کے دس گناہ معاف ہونگے اور دس درجے اس کے بلند ہوں گے۔"

ان آیات نے وضاحت کر دی کہ جن لوگوں نے ایمان لا کر نیک عمل کئے ہوں گے، تو انکے نیک اعمال کا انکو بھرپور بدلہ ملے گا لیکن ساتھ ہی ان اعمالِ صالحہ میں خلوص و شوق وغیرہ کی وجہ سے جو انعام ملے گا (یعنی مزید عطا) تو وہ بھی اسی شخص کے لئے ہو گا کسی اور کے لئے نہیں۔ مذکورہ حدیث میں بھی اس کی مکمل وضاحت ملتی ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت کی دعا کی (یعنی عمل کرنے والا) تو اس کا اجر (یعنی دس نیکیاں) اسی کو ملیں گی اور ساتھ ہی انعام (یعنی دس گناہوں کی معافی اور دس درجات کی بلندی) بھی اسی کو ملے گا۔ تو معلوم ہوا کہ "جزا" ہو یا "انعام" دونوں کے عطا کئے جانے کا سبب عمل کرنے والے کا اپنا عمل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب کے جواز میں پیش کئے جانے والے "جزا و انعام" کے فلسفے کی حیثیت محض باطل ہے۔ کیا ایک یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا اپنے ایک عمل کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف سے زیادہ انعامات کا طلبگار رہے گا یا ناقدری و ناشکری کی روش اختیار کرتے ہوئے شانِ بے نیازی سے ان انعامات کو دوسرے کو منتقل کرنے کی درخواست داغ دے گا؟ ایک عقیدہ جب قرآن کے خلاف ہے تو اپنی غلطی تسلیم کر لی جائے اور اللہ سے معافی مانگتے ہوئے اپنی اصلاح جری جائے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اپنے اس غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی منطقیں گھڑی جاتی ہیں اور ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ کسی بھی طور اس کو ثابت کر دیا جائے۔

قرآن وحدیث کے حوالوں سے اب یہ بات مکمل طور پر واضح ہو گئی ہے کہ اس من گھڑت عقیدے کے حق میں دیئے جانے والے "عقلی دلائل" حقیقت میں "عقلی فتور" اور "عقلی فقدان" کا شاہکار ہیں۔ اس سلسلے میں دوسرے دلائل جن میں منی آرڈر کی مثال کے ذریعے ایصالِ ثواب کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان کی حیثیت محض فریب کارانہ جسارت ہے جن پر بحث کرنا وقت کا ضیاع ہے۔

قرآن خوانی:

راج الوقت ایصالِ ثواب کے لئے اختیار کئے جانے والے طریقوں میں "قرآن خوانی" کی رسم کو سب سے زیادہ لازمی سمجھا جاتا ہے۔ جہاں کوئی میت ہوئی فوراً اس کا اہتمام شروع ہو جاتا ہے۔ اس رسم کو اس قدر رواج دے دیا گیا ہے کہ گویا یہ دین کا ایک حصہ معلوم ہونے لگی ہے۔ اس کو غلط سمجھنے کا تو کسی کے ذہن میں کوئی تصور ہی نہیں، بلکہ سب اس کی فضیلت کے قائل ہیں جس کا اندازہ اس عمل پر تسلسل اور تکرار سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ پارٹیاں بنی ہوئی ہیں جن کا کام ہی قرآن خوانی کرنا ہے اور اس کی وہ باقاعدہ اجرت بھی لیتے ہیں۔ بعض جگہ مولوی

صاحبان نے اس کو باقاعدہ کاروبار کی شکل دے رکھی ہے۔ ان کو آرڈر دے دیا جاتا ہے اور وہ گاڑی بھر کر مدرسے کے طلبہ کو لے کر جائے مطلوبہ پر حاضر ہو جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے مطلوبہ تعداد میں قرآن ختم کر دیتے ہیں اور کھاپی کر اپنی فیس وصول کر کے اگلی بکنگ کی جگہ پر چلے جاتے ہیں۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی لیے نازل فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے آگاہ فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس کی تعلیم دی، انہیں اسکے پڑھنے کا طریقہ بتایا، اسکی مختلف سورتوں اور آیتوں کے فضائل بتائے۔ یہ ساری باتیں کتب احادیث میں موجود ہیں جو طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی جارہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سب پر عمل کرنے والے تھے، وہ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی صلوٰۃ میں اور اس کے علاوہ بھی نہایت خشوع و خضوع سے اس کی تلاوت کیا کرتے تھے، لیکن ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس انداز کی قرآن خوانی کی ہو، لہذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جب ان علم کے پہاڑوں کو اس بدعت کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو بجائے اس کے یہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اس بدعت سے رجوع کریں الٹا اس کا دفاع کرنے لگتے ہیں۔ اپنے فعل پر نادم ہونے کی بجائے اس کے درست ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ بڑے سفیہانہ انداز میں کہا جاتا ہے کہ "اسوقت تک قرآن جمع نہیں ہوا تھا"۔ افسوس کہ یہ لوگ اس بدعت کی دلدل میں اسقدر دھنسے ہوئے ہیں کہ ان کو اتنی سی بات بھی سمجھائی نہیں دیتی کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ہی تو نازل ہوا تھا، نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد حافظ قرآن تھی۔ کیا قرآن خوانی کے لیے ضروری تھا کہ کاغذ کے پاروں کو دیکھ کر ہی پڑھا جائے؟ لہذا کیا وہ لوگ قرآن خوانی نہیں کر سکتے تھے؟ اگر انکی بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس رسم کو اسوقت تو رائج ہو جانا چاہئے تھا جب ابو بکر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں دلوں میں محفوظ اور مختلف جگہوں پر مکتوبہ قرآن یکجا کر کے کاغذی شکل میں جمع کر لیا گیا تھا۔ اس دور میں ہی نہیں بلکہ بعد کے دور میں بھی اس رسم قرآن خوانی کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ یہ لوگ زبان حال سے گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس چیز کی فضیلت کو نہ سمجھ سکے جس کو ہم سمجھتے ہیں گویا ان کا علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علم سے زیادہ ہے! انہیں پتا ہے کہ قرآن کس طرح پڑھنا چاہیے۔ انہیں زیادہ معلوم ہے کہ قرآن خوانی کی کیا فضیلت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو اس فضیلت سے محروم رہ گئے! معاذ اللہ!

یاد رکھیں کوئی عمل خواہ وہ کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو، کتنا ہی پسندیدہ کیوں نہ لگے لیکن اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے قول و فعل کے مطابق نہیں تو اللہ کے عذاب کا راستہ ہے۔ جب ان مولویوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا تو کہنے لگتے ہیں "یہ لوگ قرآن پڑھنے کو بدعت کہہ رہے ہیں۔" قرآن پڑھنا تو یقیناً بہت زیادہ باعث ثواب ہے لیکن قرآن بھی اسی طرح پڑھنا ہے کہ جیسے ہم کو تعلیم دی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انسان سجدہ میں اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے۔" دیکھی آپ نے سجدے کی فضیلت! اب بتائیے اگر ایک رکعت میں کوئی اس فضیلت والے سجدے کو تین یا چار مرتبہ کرنا شروع کر دے تو آپ اس کو کیا کہیں گے؟ کیا اس شخص کی صلوٰۃ قبول ہو سکتی ہے؟ یہی فضیلت والا سجدہ اگر سورج نکلنے وقت، زوال کے وقت اور غروب کے وقت کیا جائے تو حرام کیوں ہو جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ

ایک نیک کام کی قبولیت بھی اسی کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنے سے مشروط ہے ورنہ یہی نیک کام اللہ کے غضب کا حقدار بنادیتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو جس مسلک سے وابستہ ہے اسی کے حساب سے عقیدہ اور عمل اختیار کرے دوسروں پر اپنا عقیدہ زبردستی نہ ٹھونسے۔ فرقہ بندی کو تو قرآن نے کفر اور شرک قرار دیا ہے ایک مومن و مسلم تو کسی طور بھی کسی فرقے سے وابستہ ہو ہی نہیں سکتا، یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ پھر یہ کہ عقیدہ ایصالِ ثواب پر ہم نے کسی مسلک کتابوں سے بحث نہیں کی بلکہ صرف قرآن و حدیث جو شرع کی بنیاد ہیں (جس پر یہ سارے فرقے ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں) اسی سے سارے حوالے دیئے ہیں، اب جو بھی کتاب اللہ کا ماننے والا ہو گا وہ تو اسی پر ایمان لائے گا اور جو اکابرین مسلک کا مطیع ہو گا وہ اپنے مسلک کے مفتیوں کے فتوؤں سے ہی چمٹا رہے گا۔ قیامت کے دن اس ساری امت کا حساب قرآن و حدیث سے ہی ہو گا۔ سنی، شیعہ، اہل حدیث، دیوبندی و بریلوی کا حساب علیحدہ علیحدہ ان کے مسلک کی کتابوں کے مطابق نہیں ہو گا، اس لئے لوگ آج ان کتابوں سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اپنے انجام سے باخبر ہو جائیں اور صرف قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں، اسی کو سمجھیں، اس کے مطابق عقیدہ بنائیں اور اسی کے مطابق عمل کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو انسانوں کے لئے ہدایت نامہ بیان فرمایا ہے۔

امت میں پھیلانے گئے اس عقیدہ ایصالِ ثواب کے بارے میں اس بیان کا مقصد کسی کی ہتک و تحقیر یا کسی کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ آج کا یہ نام نہاد مسلم کس قدر اپنے رب کے احکام سے دور ہو چکا ہے۔ آج اس نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابِ ہدایت کو جزدان میں لپیٹ کر گھر میں سب سے اونچی جگہ پر رکھ دیا ہے اور گویا یہودیوں کی طرح کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اسی لئے یہ آج دوسروں کے بنائے ہوئے قوانین کا غلام بن گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس عقیدے کا قرآن و حدیث میں کوئی وجود نہ ہو لیکن ان پر ایمان رکھنے والا اس پر اصرار کرے۔ جن نئی باتوں کو آج اسلام کا اہم طریقہ سمجھ کر اپنایا گیا ہے، ان پر مصر لوگ کس دین کے پیروکار ہیں؟ جب احادیث سے یہ چیز ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی وفات کے موقع پر قرآن خوانی کرنے، اگر بتیاں جلانے، کھجور کی گھلیوں وغیرہ پر مختلف قسم کے کلمات کا ورد کرنے، جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھنے، اور ان سب اعمال کو مردے کو بخش دینے، دفنانے کے بعد وہاں ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنے، فاتحہ پڑھنے، قبرستان سے واپس آکر شرکاءِ جنازہ کے لئے کھانے کا انتظام کرنے، "قل شریف" سوئم و دسواں، چالیسواں و برسی کی محفل منعقد کرنے، جمعراتوں کو رشتہ داروں، دوستوں اور عزیزوں کو جمع کر کے مردے کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے مختلف وظائف پڑھنے وغیرہ کا کوئی حکم دیا ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کبھی ایسا کیا، تو پھر یہ امت ان کاموں کو اختیار کرنے میں آخر کس کی پیروی کر رہی ہے؟ اللہ کے واسطے ذرا سوچئے کہ قرآن و حدیث سے انحراف کا انجام کیا ہے؟ کیا یہی وہ انجام ہے جس کی ہم تمننا رکھتے ہیں؟

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جو اصل دین ہے اسی پر قائم رکھے۔ مالک ہم تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ذات اور اسوہ دونوں سے محبت کرتے ہیں، صرف انہی کا اسوہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ مالک ہمیں انہی کی راہ پر چلا، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما اور پھر ہمیں انہی کے ساتھ ملا دے۔

